حضرت ابراھیم بن ادھم

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابراھیم بن ادھمؒ

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ بلخ کے شاہزادے تھے۔ عالم شباب تھا' ایک دن محافظوں اور خدام کے ہمراہ جنگل میں شکار کھیلنے گئے۔ چہرے پر بشاشت کی بجائے سوچوں کے گہرے سائے تھے۔ ان کا ذہن عجیب و غریب خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ معاً نظر ایک خوبصورت ہرن پر پڑی' گھوڑا اس کے پیچھے دوڑایا۔ اچانک غیب سے آواز سنائی دی۔

"اے ابراہیم! موت سے قبل بیدار ہو جاؤ"

اس آواز نے آپ کے دل و دماغ میں ہلچل مچا دی۔ لیکن شکار کی دھن سر پر سوار رہی۔ بہت دور جا کر جب ہرن کو تیر مارنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی بخشی کہنے لگا

"کیا آپ کی تخلیق کا یہی مقصد ہے کہ سیر و شکار کرتے پھریں۔"

یہ سنا تو قلبی کیفیت دگرگوں ہو گئی۔ گھوڑا روک کر کھڑے ہو گئے۔ گذشتہ چند ایک یوم میں رونما ہونے والے واقعات کا ذہن میں ہجوم ہونے لگا۔

ایک روز آپ مخملیں بستر پر محو استراحت تھے کہ چھت پر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ باآواز بلند پکار کر پوچھا

"کون ہے ؟"

جواب ملا

"آپ کا شناسا ہوں اور چھت پر اپنا اونٹ تلاش کر رہا ہوں"

یہ سنا تو آپ ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ استفسار کیا کہ چھت پر اونٹ کیسے چڑھ سکتا ہے۔ جواب ملا

"شہزادگی و بادشاہت میں اللہ کس طرح مل سکتا ہے ؟"

یہ سننے کی دیر تھی کہ ہیبت و خوف سے سر تا پا لرز اٹھے۔ کافی دیر تک اس آواز پر غور فرماتے رہے۔ دوسرے دن بیدار ہوئے تو ایک شخص آیا جس کے چہرے بشرے سے بڑا رعب و دبدبہ نمایاں تھا۔ آنے کی وجہ دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ یہاں قیام کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شاہی محل ہے سرائے نہیں۔ اجنبی نے پوچھنا شروع کیا کہ یہاں نسل در نسل کون کون رہا ہے۔ آپ نے بتایا تو اس شخص نے کہا کہ پھر یہ سرائے نہیں تو اور کیا ہے اور غائب ہو گیا۔ آپ سمجھ گئے کہ مشیت ایزدی یہی ہے کہ میں علائق دنیا سے خود کو علیحدہ کر لوں اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہو کر زندگی بسر کروں۔ اسی اثناء میں آپ کی نظر اپنے باپ کے ایک چرواہے پر پڑی۔ اس کے پاس گئے، گھوڑے سے اترے، اس کا چوغہ پہن لیا اور اپنا لباس، گھوڑا اور سازوسامان اسے مرحمت فرما کر جنگل کی وسیع و عریض فضا میں کھو گئے۔

آپ کی کوئی منزل تھی نہ ٹھکانہ، چلے جا رہے تھے کہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کہاں لے جاتا ہے۔ کئی دنوں کی صحرانوردی کے بعد آپ کو راستے میں ایک شخص ملا اس کے چہرے سے نور ہویدا تھا، اس نے آپ کو اسم اعظم تلقین کیا، آپ اسے مسلسل پڑھتے رہے۔ اس سے بہت سے انوار و تجلّیات کا ظہور ہوا اور پھر اسی اسم کی برکت سے ایک دن آپ کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ جنہوں نے آپ کو اسم اعظم سکھایا تھا وہ ان کے بھائی حضرت الیاس

علیہ السلام تھے۔ اس کے بعد آپ نے باقاعدہ طور پر حضرت خضر علیہ السلام کی بیعت کی اور فیض رسانی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ایک دن آپ صحرا میں سے گزر رہے تھے کہ کسی بوڑھے سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا

"تجھے معلوم ہے یہ کونسی جگہ ہے اور تم بغیر زادراہ سفر کر رہے ہو"

آپ نے فوراً" محسوس کر لیا کہ وہ بوڑھا ابلیس ہے۔ اس وقت آپ کی جیب میں چار درہم تھے جو اپنی زنبیل فروخت کر کے حاصل کئے تھے۔ آپ نے درہموں کو فوراً زمین پر پھینک دیا اور عہد کیا کہ ہر میل کی مسافت کے بعد چار نوافل ادا کروں گا۔ چنانچہ آپ کو ہر روز وقت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی مل جاتی تھی۔

آپ اپنے رب کی تلاش میں گھوم رہے تھے کہ نیشاپور کے قرب و جوار میں ایک بھیانک غار میں جا کر مصروف عبادت ہو گئے۔ ہر جمعتہ المبارک کو لکڑیاں جمع کر کے فروخت کر دیتے اس سے جو ملتا اس سے آدھا راہ مولیٰ میں خیرات کر دیتے اور باقی ماندہ رقم سے روٹی خرید کر نماز جمعہ ادا کرتے اور پھر ہفتہ بھر کے لئے غار کے اندر چلے جاتے۔

موسم سرما کو ایک دن آپ یخ بستہ پانی سے جس نے برف کی شکل اختیار کر لی تھی نہائے اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔ اچانک ہلاکت خیز سردی کا احساس ہوا تو آگ کا خیال آیا۔ معاً" پشت پر گرمی سی محسوس ہوئی۔ یوں لگا جیسے کسی نے پشت پر پوستین ڈال دی ہو۔ اس سے آپ پر نیند کا غلبہ طاری ہو گیا۔ جب بیدار ہوئے تو دیکھا ایک بہت بڑا اژدہا تھا جس کی گرمی نے آپ کو سکون بخشا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے

"اے اللہ ! تم نے اسے میرے لئے وجہ سکون بنایا اور اب قہر کے روپ میں میرے سامنے ہے"

یہ الفاظ زبان مبارک سے نکلے ہی تھے کہ اژدھا غائب ہو گیا۔

اہل نیشاپور کو جب آپ کے مقام و مرتبہ کا علم ہوا تو وہ آرزوؤں اور حاجتوں کے کشکول پھیلائے حاضر خدمت ہونے لگے تو آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔ ایک عرصہ گزرنے کے بعد جب حضرت ابو سعید رحمتہ اللہ علیہ نے اس غار کی زیارت کی تو فرمایا

" اگر اسے عنبر و گلاب سے لبریز کر دیا جاتا تو بھی اتنی خوشبو نہ ہوتی جتنی ایک بزرگ اور ولی اللہ کے قیام سے یہاں موجود ہے"۔

جماعت حق میں شمولیت اور قرب الی اللہ کے لئے رزق حلال اشد ضروری ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ اس کا بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے، کیونکہ تمام عبادت و ریاضت کی قبولیت کا تعلق رزق حلال پر موقوف ہے۔ فصلوں کی کٹائی اور باغوں کی رکھوالی و نگہبانی سے آپ اہتمام روزی کیا کرتے تھے۔ ایک دن باغ کے مالک نے آپ سے شیریں انار توڑ کر لانے کو کہا۔ آپ جتنے بھی انار لائے سب ترش تھے۔ اس نے قدرے تلخ لہجے میں کہا

"تمہیں آج تک ترش و شیریں انار کی شناخت نہ ہو سکی۔"

آپ نے جب جواب دیا کہ مجھے نگرانی پر مقرر کیا گیا ہے نہ کہ انار کھانے پر تو مالک باغ نے کہا معلوم ہوتا ہے تم ابراہیم بن ادھم ہو۔ یہ سنتے ہی آپ کسی نامعلوم سمت کی جانب چل پڑے۔

ایک مرتبہ آپ انگوروں کے باغ میں مالی کا کام کرتے تھے۔ ایک دن ایک فوجی کا وہاں سے گزر ہوا اس نے انگور مانگے تو فرمایا

"مجھے مالک نے اجازت نہیں دی ہے۔"

یہ سنا تو سپاہی نے کوڑے سے مارنا شروع کر دیا۔ آپ نے اپنا سر جھکا دیا اور کہا

"اس سر کو خوب مارو اس نے کافی مدت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔"

حضرت محمد مبارک صوفی رحمتہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت

ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بیت المقدس کی طرف سفر کر رہا تھا۔ راستے میں بوقت دوپہر ایک انار کے درخت کے نیچے نماز ادا کی۔ درخت سے ندا آئی کہ میرا پھل کھا کر عزت افزائی کی جائے۔ آپ نے دو انار توڑے ایک مجھے دیا اور دوسرا خود کھایا۔ اس وقت وہ درخت چھوٹا اور پھل ترش تھا مگر جب بیت المقدس سے لوٹے تو وہ درخت قدآور ہو چکا تھا۔ پھل بھی بہت شیریں تھا اور سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ اسی کرامت کی بنا پر اس درخت کو رمان العابدین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

چالیس سال تک عبادت و ریاضت، گریہ و زاری اور مہمان نوازی کے بعد اہل حرم کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی، استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ آپ نے خود کو قافلہ سے جدا کر لیا تا کہ کوئی پہچان نہ لے۔ جب خدام اہل حرم سے ملاقات ہوئی جو آگے آگے آ رہے تھے تو انہوں نے پوچھا

"ابرہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ کتنی دور ہیں۔ اہل حرم ان سے نیاز حاصل کرنے آ رہے ہیں"

آپ نے فرمایا۔

"وہ لوگ ایک ملحد دہریہ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں"

یہ سنتے ہی خدام نے آپ کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا کہ ملحد و دہریہ تو خود ہے اور جب وہ آگے نکل گئے تو آپ نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا

"اپنے کرتوت کی سزا بھگت لی۔"

لیکن بعد میں جب لوگوں کو معلوم ہوا تو بے حد عقیدت مند ہو گئے اور بہت سے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے بھی ملے تھے اور ان سے علم بھی حاصل کیا تھا۔ ان کے علاوہ حضرت فضیل بن عیاض، حضرت سفیان ثوری، حضرت شیخ ابویوسف غولی، حضرت شیخ محمد بن

ثوبان، حضرت شیخ عباد مغربی، حضرت شیخ علی، حضرت شیخ حذیفہ مرعشی، حضرت مسلم خواص اور حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہم میں سے بعض سے استفادہ کیا اور بعض سے مصاحبت رہی۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ابراہیم تمام علوم کی کنجی ہیں۔

آپ نے جب بلخ کو خیرباد کہا تھا تو اس وقت آپ کا ایک کم سن لڑکا بھی تھا۔ جب بالغ ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ میرے والد کہاں ہیں۔ والدہ نے بتایا تو بیٹا باپ کی زیارت کے لئے تیار ہو گیا۔ شہر میں منادی کرادی کہ جو میرے ساتھ چلے گا اس کے تمام اخراجات میں برداشت کروں گا۔ تقریباً چار ہزار لوگ تیار ہو گئے۔ کئی دنوں کی مسافت کے بعد مکہ مکرمہ پہنچا اور مشائخ اکرام سے اپنے والد کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ ہمارے پیر و مرشد ہیں اور اس وقت جنگل میں لکڑیاں لینے گئے ہیں تا کہ ہمارے کھانے کا انتظام کریں۔ شہزادہ بیٹا جنگل کی طرف چل پڑا اس نے ایک بوڑھے بزرگ شخص کو دیکھا کہ سر پر لکڑیاں اٹھائے چلا آرہا ہے۔ خون نے جوش مارا اور محبت کا سمندر وجود کے اندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ عدم شناخت کی وجہ سے کچھ پوچھا نہیں کیونکہ یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں اور نہ چلے جائیں۔ لہٰذا آپ کے پیچھے ہو لیا۔ حضرت ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ نے بازار میں جا کر آواز لگائی۔

"کون ہے جو پاکیزہ مال کے عوض پاکیزہ مال خریدے ؟"

یہ سن کر ایک شخص نے روٹیوں کے عوض لکڑیاں خرید لیں۔ آپ نے روٹیاں لے جا کر اپنے مریدین اور ضرورت مندوں کے سامنے رکھ دیں اور خود عبادت میں مصروف ہو گئے۔ اگلے دن بلخ کا ایک شخص جو آپ کا مرید تھا، بلخ کے قافلہ کی تلاش میں ادھر آنکلا اس وقت آپ کا بیٹا تلاوت قرآن پاک میں مصروف تھا۔ اس نے لڑکے سے دریافت کیا آپ کس کے صاحبزادے ہیں۔ اس نے حال سنایا تو اس شخص نے کہا

"آیئے میں آپ کے والد سے ملادوں۔"

بیٹا اپنی والدہ کے ہمراہ اس شخص کی معیت میں اپنے باپ کے سامنے گیا۔ جب آپ کی نظر پڑی تو سالوں پرانی فطری محبت بیدار ہو گئی۔ باپ بیٹا جذبات سے باہم ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے بیٹے سے پوچھا "تمہارا دین کیا ہے ؟" لڑکے نے اسلام کہا تو دریافت کیا اور بھی تعلیم حاصل کی ہے۔ بیٹے نے اثبات میں سر ہلایا تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اٹھ کر جانے لگے۔ بیوی اور بیٹے نے اصرار کیا کہ رک جائیں اسی اثناء میں بیٹا زمین پر گرا اور جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔ تمام حاضرین سکتے کے عالم میں آگئے لیکن کسی کو جرات نہ تھی کہ دریافت حال کرتا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا۔

" جب میں بیٹے سے باہم ہوا تو غیب سے آواز آئی کہ ہم سے دوستی کے دعوے کے بعد دوسرے کو دوست رکھتا ہے ۔"

یہ سن کر میں نے عرض کیا تھا کہ باری تعالیٰ یا مجھے موت دے دے یا لڑکے کی جان لے لے۔ دعا لڑکے کے حق میں قبول کی گئی۔ اور پھر آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک بیان کی کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت مند ہے وہ اپنی محبت میں کسی دوسرے کی محبت برداشت نہیں کرتا۔

ایک محفل میں بڑے بڑے بزرگ، مشائخ اور مریدین موجود تھے۔ حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ آپ نے دنیا سے فرار کیوں اختیار کیا۔ تو فرمایا

"دین کو آغوش میں لئے صحرا بہ صحرا گھومتا رہا تا کہ دیکھنے والے مجھے مزدور سمجھیں یا مجنوں تا کہ دین کو سلامت لیکر موت کے دروازے سے نکل جاؤں"۔

اسی اثناء میں کسی نے آپ کو ایک ہزار درہم پیش کئے اور قبول کرنے کی استدعا کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا

"میں فقیروں سے کچھ نہیں لیتا۔"
اس نے عرض کیا کہ میں امیر کبیر ہوں۔ تو آپ نے کہا
"کیا تمہیں مزید دولت کی تمنا ہے؟"
اس نے عرض کیا کہ میں امیر کبیر ہوں۔ تو آپ نے فرمایا
"اپنی رقم واپس لے جاؤ کیونکہ تم فقیروں کے سردار ہوں۔"

ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تین حالتوں میں مراد حاصل نہ ہو تو سمجھ لو کہ رحمت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اول تلاوت قرآن کے وقت، دوئم حالت نماز میں اور سوئم ذکر و شغل کے وقت۔ ایک شخص نے نصیحت کے لئے عرض کیا تو فرمایا ایک مرتبہ راستے میں مجھے ایک ایسا پتھر ملا جس پر لکھا تھا اس کو الٹا پڑھو جب پڑھا تو تحریر تھا
"علم کے مطابق عمل کیوں نہیں کرتے۔"
اور پھر فرمایا
"حشر میں وہی عمل وزنی ہو گا جو دین میں گراں محسوس ہوتا ہے۔"
ایک شخص نے دریافت کیا کہ حضور! دلوں پر پردے کیوں پڑ جاتے ہیں ؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھنے اور آخرت کی نعمتوں کو فراموش کر دینے کی وجہ سے۔ ایک شخص نے دعاؤں کی عدم قبولیت کی شکایت کی تو آپ نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اللہ کو پہچانتے ہوئے بھی اگر کوئی اطاعت سے گریزاں ہو۔ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف ہوتے ہوئے احکام پر عمل پیرا نہ ہو، زرق کھا کر شکر نہ کرے، جنت میں جانے اور دوزخ سے نجات پانے کا انتظام نہ کرے، ماں باپ کو دفن کر کے بھی عبرت نہ پکڑے، شیطان کو دشمن جانتے ہوئے اس کی مخالفت نہ کرے۔ موت کا یقین رکھتے ہوئے بے خبر رہے اور اپنے عیوب سے واقف ہوتے ہوئے دوسروں کی عیب جوئی کرے تو دعا کیسے قبول ہو گی۔"

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ یگانہ روزگار، ولی کامل اور معرفت کے گہرے پانیوں کے شناور تھے۔ آپ کا مقام یہ تھا کہ اگر دریائے دجلہ میں سوئی گر جاتی تو بے شمار مچھلیاں منہ میں سونے کی سوئیاں لئے پیش خدمت کرتیں۔ لیکن آپ ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے اور صرف اپنی لوہے کی سوئی ہی ان سے لیتے۔ اگر کنویں میں ڈول ڈال کر نکالتے تو سونا، چاندی اور موتیوں سے بھرا نکلتا تو آپ بارگاہ خداوندی میں عرض گذار ہوتے کہ پاکیزگی کے لئے صرف پانی کا خواستگار ہوں۔ سیم و زر کی میری نظر میں کوئی وقعت نہیں۔ زہد و ورع کا یہ عالم تھا کہ مکّہ مکرمہ سے کوئی پھل نہیں خریدا کہ وہاں بیشتر زمینیں فوجیوں نے خرید رکھی تھیں اور کبھی آپ نے زمزم نہیں پیا تھا کیونکہ اس میں حکومت کا ڈول رہتا تھا۔ آپ اکثر دعا مانگا کرتے تھے۔

" اے اللہ ! تو علیم و خبیر ہے تیری عنایت و کرم اور محبت کے مقابلہ میں آٹھوں جنتیں ہیچ ہیں۔ رسوائی اور مصیبت سے بچاتے ہوئے مجھے اطاعت کا شرف عطا فرمادے اور اپنی نافرمانی کی ذلت سے نکال کر تابعداری کی عزت کی طرف منتقل کر دے۔"

بقول امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ آپ کا وصال ۱۶۳ ہجری میں ہوا۔ لیکن وصال سے قبل آپ کسی نامعلوم منزل کی طرف تشریف لے گئے۔ جب وصال ہوا تو ایک جہان نے یہ آواز سنی کہ آج دنیا کا امن فوت ہو گیا ہے۔ لیکن معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کا مزار کہاں ہے۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شام میں حضرت لوط علیہ السلام کی قبر پاک کے نزدیک ہے۔ اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ بادشاہت دے کر اگر فقیری و درویشی مل جائے تو سودا بہت سستا ہے۔ علم کے مطابق انسان کو اس پر عمل پیرا بھی ہونا

چاہیے۔ اگر چاہتے ہیں کہ عقلوں پر پردے اور دلوں پر قفل نہ پڑیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو دوست نہیں بنانا چاہیے۔